ڈاکٹر سمیرا اکبر
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو۔ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Dr. Sumaira Akbar
Assistant Prof. Dept. of Urdu G.C. University Faisalabad

اردو فکشن میں شعور کی رُو کا نقطہ آغاز: لندن کی ایک رات

Starting point of Stream of Consciousness in Urdu Fiction: London ki Aik Raat

Abstract

"Stream of consciousness is basically psychological theory which is presented by Professor William James in his book "The Principles of Psychology". Stream of consciousness is a continuous flow of sense-perceptions, thoughts, feelings and memories in the human mind. This term is reserved for indicating an approach to the presentation of psychological aspects of character in fiction. In Urdu fiction Syed Sajjad Zaheer first used this technique in his novelt "London ki aik raat" very well."

شعور کی رو بنیادی طور نفسیات کا نظریہ ہے جسے ایک معروف ماہر نفسیات، ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ولیم جیمز(۱۹۱۰ء۔۱۸۴۲ء) نے ۱۸۹۰ء میں اپنی تصنیف "The Principles of Psychology" میں "The stream of Thought" کے عنوان سے پیش کیا۔ ولیم جیمز Behaviourism کے ماننے والے تھے انہوں نے یہ نظریہ انسانی Behavior کے مطالعہ کے لیے پیش کیا۔ انہوں نے شعور کی رو کے اس سفر کی پانچ خصوصیات بیان کی ہیں :

> "1) Every thought tends to be a part of a personal consciousness.2) Within each personal consciousness thought is always changing.3) Within each personal consciousness thought is sensibly continuous.4) It is always appears to deal with the object independent of itself.5) It is interested in some parts of these objects to the exclusion of others, and welcome or reject chooses from among them, in a word--all the while"[1]

اس نظریے کے مطابق ہر انسان کا شعور ذاتی اور دوسروں سے مختلف ہوتا ہے۔ انسانی شعور ایک سیال چیز ہے جس میں خیالات و تاثرات ایک مسلسل موج یا رو کی شکل میں اُبھرتے رہتے ہیں۔ ان میں بظاہر منطقی ربط نہ ہوتے ہوئے بھی ایک تسلسل ہوتا ہے۔ ماضی کی واقعات' حال کے محسوسات اور مستقبل کی توقعات ایک بظاہر بے ہنگم طریقے سے انسانی ذہن کی سکرین پر نمودار ہوتے رہتے ہیں۔ شعور کسی مناسبت کے سہارے حال سے مستقبل یا ماضی میں' ماضی

سے حال یا مستقبل میں، مستقبل سے حال یا ماضی میں جاسکتا ہے۔ کوئی شے کسی شخص مقام یا واقعے کی یاد دلاتی ہے۔ کسی واقعے سے ذہن کسی شے، شخص یا مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس طرح شعور کی موج بغیر رکے اپنا سفر جاری رکھتی ہے۔ شعور کی انہی خصوصیات کی وجہ سے ولیم جیمز اپنے نظریے کو شعور کی رو کا نام دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"Consciousness, it is nothing jointed; it flows. A "river" or a "stream" are the metaphors by which it is most naturally described. In talking of it hereafter, let us call it the stream of thoughts, of consciousness or of subjective life"[2]

ڈاکٹر سلیم اختر تنقیدی اصطلاحات، توضیحی لغت میں شعور کی رو کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شعور ساکت نہیں بلکہ یہ ندی کی مانند رواں ذہنی عمل ہے۔ جس طرح ندی میں لہر کے بعد لہر آتی ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ اسی طرح شعور میں لہروں کی مانند خیالات کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور یہ کبھی نہیں رُکتا۔[3] ممتاز شیریں شعور کی رو کے اسلوب کے بارے میں لکھتی ہیں:

"بیانہ کی طرح اس میں تسلسل نہیں ہو گا بلکہ ذہن میں آئے ہوئے بے ربط جملے شعور کی زبان میں جیسے ذہن آپ سے محو گفتگو ہو۔ ماضی اور حال میں کوئی حد فاضل نہیں ہوتی بلکہ گڈ مڈ ہو جاتے ہیں۔ حال سے ماضی اور ماضی سے حال جس طرف بھی چاہیں مواد کو موڑ سکتے ہیں اور واقعات کے بیان میں وقت کا تسلسل لازم نہیں۔"(۴)

نفسیات میں شعور کی رو کا نظریہ انسانی ذہن کے مطالعہ کے علاوہ ذہنی خلل یا بیماری کی تشخیص کے حوالے سے بہت مقبول ہوا۔ ادب میں شعور کی رو دراصل کردار کے ذہنی و نفسیاتی پہلوئوں کو بیان کرنے کی ایک تکنیک کے طور پر در آئی۔ گزرتے ہوئے وقت، بدلتے ہوئے معاشرے اور معاشرتی اقدار کے ساتھ ساتھ کہانی بھی ارتقا کی منازل درجہ بہ درجہ طے کرتی رہی۔ یہاں تک کے کہانی لکھنے کے مروجہ اور روایتی اسلوب اور تکنیک نئے دور اور سماجی صورتحال کے تقاضے پورے کرنے سے قاصر نظر آنے لگے۔ ورجینا وولف کے مطابق:

"Human nature had changed...in or about December 1910, the rejected the socio-descriptive novel in favour of a novel centering on 'the character itself'. Inner thoughts and feelings now occupied the foreground of attention"[5]

ان باطنی کیفیات کی عکاسی اور ذہنی عوامل کی تصویر کشی کے لیے کہانی کاروں نے شعور کی رُو سے کام لیا۔

Robert Humphrey اپنی تصنیف "Stream of consciousness in modern novel" میں شعور کی رُو کے بارے میں لکھتے ہیں:

"The word "Consciousness" as well as the word "Stream" is figurative, hence both are less precise and less stable. If, then the term stream of consciousness is reserved for indicating an approach to the presentation of psychological aspects of character in fiction"[6]

آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق:

"The continuous flow of sense-perceptions, thoughts, feelings and memories in the human mind; or a literary method of representing such a blending of mental process in fictional characters, usually in an unpunctuated or disjoined form of interior monologue."[7]

یعنی فکشن میں کردار کے ذہنی عوامل اور باطنی کیفیات کی عکاسی و تصویر کشی کے لیے شعور کی رو کو استعمال کیا جا تا ہے۔ بعض ناقدین اسے داخلی خود کلامی(Interior Monologue/Soliloquy)اور آزاد تلازم خیال کے مترادف قرار دیتے ہیں۔ Dictionary of literary and Rhetorical term میں بھی شعور کی رو کو خود کلامی اور آزاد تلازم خیال سے جوڑا گیا ہے :

"Stream of Consciousness: Internal monologues, that often resemble random, abstract thinking or free association"[8]

خود کلامی(Monologue) ،شعور کی رو سے الگ ایک تکنیک ہے۔ فکشن میں یہ تکنیک ڈرامہ کے ساتھ خاص ہے۔ تنہائی میں خود سے گفتگو، بلند آواز میں سوچ، اس کی صورتیں ہیں۔Chris Baldick کے مطابق:

"An extended speech uttered by one speaker, either to other or as if alone. Significant varieties include the dramatic Monologue. (a kind of poem in which the speaker is imagined to be the addressing a silent audience) and the soliloquy in which the speaker is supposed to be overheard while alone"[9]

اس تکنیک کے ذریعے سٹیج پر اداکار اپنے جذبات، احساسات، ارادوں وغیرہ کا با آواز بلند اظہار کرتا ہے۔ یہ خود کلامی سامعین کے لیے ہوتی ہے۔ جدید افسانہ میں بھی داخلی کیفیات کے اظہار کے لیے یہ تکنیک استعمال کی جاتی ہے۔ شعور کی رو اور اور خود کلامی دو الگ تکنیک ہیں ان دونوں میں امتیاز بتاتے ہوئے آکسفورڈ ڈکشنری آف لٹریری ٹرمز کے مصنف لکھتے ہیں:

"The term is often used as a synonym for interior monologue, but it can also be distinguished, in two ways. In the first (Psychological) Sense, the stream of consciousness is the subject-matter while interior monologue is the technique for presenting it".[10]

مغربی ادب میں شعور کی رو کو سب سے پہلے Dorothy Richardson نے اپنی تصنیف "Pilgrimage"(مطبوعہ ۱۹۱۵ء)میں استعمال کیا۔ بعد ازاں James Joyce نے اپنے معروف ناول "Ulysses"(مطبوعہ ۱۹۲۲ء)میں اس تکنیک کو استعمال کیا۔ Virginia Woolf کی "Mrs. Dalloway" نے اس تکنیک کو مزید ترقی دی۔

اردو ادب میں شعور کی رو کے ابتدائی نقوش بیسویں صدی کی چوتھی دہائی کے آغاز میں ملتے ہیں۔ جب ۱۹۳۲ء میں ایک افسانوی مجموعہ ''انگارے'' کے نام سے نظامی پریس لکھنو سے شائع ہو کر منظرِ عام پر آیا۔ اس میں چار افسانہ نگاروں سید سجاد ظہیر، احمد علی، رشید جہاں، محمود الظفر کے نو افسانے اور ایک ڈرامہ شامل تھا۔ اس مجموعے کے کچھ افسانوں

''نیند نہیں آتی''(سید سجاد ظہیر)،''بادل نہیں آتے'' اور''مہاوٹوں کی ایک رات''(احمد علی)میں شعور کی رو کو استعمال کیا گیا۔

بعد ازاں سید سجاد ظہیر کے ناولٹ'' لندن کی ایک رات'' میں اس تکنیک کا بھرپور استعمال دیکھا جا سکتا ہے۔ ''لندن کی ایک رات'' لکھنؤ سے ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ یہ ناولٹ بیرونِ ملک تعلیم حاصل کرنے والے کچھ ہندوستانی نوجوانوں کی کہانی ہے۔ یہ ناولٹ سات ابواب پر مشتمل ہے۔ نعیم الدین اس ناول کا مرکزی اور اہم کردار ہے۔ نعیم کو اس ناول میں مرکزی حیثیت اس لیے بھی مل جاتی ہے کیونکہ پورا ناول اس پارٹی کی روداد ہے جو نعیم نے اپنے دوستوں کے لیے ترتیب دی ہے۔ سید سجاد ظہیر کی اس تخلیق میں ناول نگاری کی مروجہ تکنیک سے انحراف کیا گیا ہے۔ اِس کی کوئی مربوط کہانی (پلاٹ) نہیں ہے۔ مختلف کرداروں کے جذباتی' ذہنی و نفسیاتی کشمکش کی یہ کہانی شعور کی رو کے ذریعے آگے بڑھتی ہے۔ اس ناولٹ میں بنیادی اہمیت واقعات کی بجائے کرداروں کو حاصل ہے اور کرداروں کے عمل کی بجائے ان کے خیالات' جذبات اور ذہنی کیفیات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ یہ ناولٹ صرف ایک رات کی کہانی ہے لیکن اس تکنیک کے استعمال کی وجہ سے قاری کرداروں کے ماضی حال اور مستقبل سے آگاہ ہو جاتا ہے اور یہ کردار اپنی پوری شخصیت کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

> شیلا جب نعیم کے گھر پارٹی پر آتی ہے تو نعیم اس کے بارے میں سوچتا ہے۔
>
> ''آخر یہ کون؟ کیا کرتی ہے؟ رائو اس سے کہاں ملا ہو گا۔ خوبصورت لڑکی ہے۔ خوبصورت' لیکن میں؟ مجھے کوئی خوبصورت کہہ سکتا ہے؟ مجھ پر کوئی لڑکی عاشق نہیں ہوتی۔ اس کی آخر کیا وجہ ہے۔ میں موٹا بہت ہوں۔ میرے اور عشق کے درمیان میری توند حائل ہے معلوم نہیں یہ لڑکی کیا سمجھتی ہے۔ توند سے کیا ہوتا ہے۔ اکثر دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کی توندیں تھیں لیکن اگر توند نہیں تو پھر کون سی چیز۔ شاید مجھے عورت سے بات کرنے کا سلیقہ نہیں.... میں کند ذہن! کون کہتا ہے۔ میر اور غالب کے مجھے جتنے شعر یاد ہیں شاید ہی کسی کو ہوں گے مجھ سے کوئی بیت بازی کر لے دیکھیں کون جیتتا ہے۔ کیا اِس وقت ایک حرف بھی مجھ سے بولا نہ جائے گا۔ اتنی دیر میں یہ بیچاری بیٹھی ہوئی ہے اور میں نے اس سے ایک بات بھی نہیں کی۔(۱۱)

اس اقتباس میں شعور کی رو کا استعمال دیکھا جا سکتا ہے۔ خود کلامی سے شروع ہونے والے اس اقتباس میں نعیم شیلا کی خوبصورتی کو دیکھ کر اپنی محبت کے بارے میں سوچتا ہے اس کے ساتھ اسے اپنے موٹاپے کا خیال آتا ہے' اپنا سلیقے سے بات نہ کرنا' پھر اپنے حافظے کی جانب بڑھنا اور پھر شعور کی رو کے ذریعے اپنی قابلیت کا موازنہ اپنے ہم جماعت سے کرنے لگتا ہے۔ اس طرح بظاہر بے ربط شعور کی رو، آزاد تلازم خیال اور خود کلامی کے ذریعے مربوط نظر آتی ہیں۔

ایک اور مقام پر بھی سجاد ظہیر نے اِس تکنیک کو بہت خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ اعظم جب پارٹی کے بعد گھر واپس آتا ہے۔

"اعظم نے اپنے کمرے میں پہنچ کر گیس جلائی... اندھیرے کی وجہ سے کوئی چیز اچھی طرح وہاں دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اس تاریکی میں اعظم کو ان گلیوں کا خیال آیا۔ ہندوستان کے شہروں کی گلیاں، دلی، لکھنؤ، بنارس جن میں رات کو بالکل تاریکی رہتی ہے یا جہاں روشنی بہت کم ہوتی ہے! ایک مرتبہ بڑی رات گئے وہ اپنے ایک دوست کے ساتھ چوک میں جارہا تھا۔ بالکل اندھیرا تھا۔ نالیوں میں سے بو آرہی تھی۔ چلتے چلتے ایک طرف روشنی دکھائی دی۔ جو ایک کوٹھڑی کے دروازہ میں سے آرہی تھی۔ اِدھر جو نظر پڑی تو دیکھا کہ دو بڈھے ایک تخت پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، ان کے جسم پر سوائے چھوٹی چھوٹی تہبندوں کے اور کچھ نہیں، سفید داڑھیاں، گردنیں جھکی ہوئیں اور ان کے سامنے شطرنج بچھی ہوئی ہے... اس وقت اعظم کو ان دونوں کا خیال کر کے کچھ خوشی ہوئی۔ یہ کس بات کی خوشی تھی۔ ایک پرانی یاد جس پر وقت کی منوں خاک پڑی ہوئی تھی۔ اس وقت کیوں اس کے ذہن میں جاگ اُٹھی؟ پھر اسے اپنے دوست کا خیال آیا۔ جو اس کے ساتھ تھا۔ اسے تین برس سے اس کی خبر نہیں معلوم نہیں ہوئی۔ اس کا نام تھا بشمبھر۔ اس کی شادی تو اسی وقت ہوگئی تھی۔ اب اس کے بچے بھی ہوں گے شاید دیہات میں کہیں وہ رہتا ہوگا۔ اس کے پاس ایل ایل بی تک پڑھنے کے روپے نہیں تھے۔ بشمبھر کی بیوی اور بچے ضرور تکلیف میں ہونگے۔ آج کل بے روزگاری کتنی بڑھتی جارہی ہے! اس کا انجام کیا ہوگا؟ میرا انجام کیا ہوگا؟ میں اپنے امتحان میں بھی پاس ہوں گا یا نہیں؟ اور اگر ہو بھی گیا تو پھر کے بعد نوکری بھی ملے گی یا نہیں اور جو لوگ گولی سے مارے گئے ان کے بیوی بچوں کا کیا حشر ہوگا؟ اعظم کو اپنی چھوٹی بہن کا خیال آیا جس کا سن کوئی بارہ برس کا تھا۔" (۱۲)

اِس اقتباس میں سجاد ظہیر نے اس تکنیک کو بہت خوبصورتی اور مہارت سے استعمال کیا ہے اور انسانی نفسیات کی بھی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ یہ بات ہمارے ذاتی تجربے کی بھی ہے کہ جب ہم فرصت کے اوقات میں کسی واقعے کے بارے میں سوچتے ہیں تو ہمارے خیالات ایک ہی رُخ میں نہیں چلتے بلکہ اور بھی کئی باتیں اور خیالات ہمارے ذہن میں آتے رہتے ہیں۔ اس اقتباس میں اعظم کے خیال کتنے ہی منظر بدلتا ہے۔ ذہن ایک واقعہ سے دوسرے، دوسرے سے تیسرے کی طرف آتا ہے۔ لکھنے والے کے لیے خیال کی رو کے اس سفر کو احاطہ قلم میں لانا بہت مشکل کام ہے۔ اس ناولٹ میں ایسے ہی مقامات ہیں جہاں اس تکنیک کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

1. William James, The Principles of Psychology, New York, Henry Holt and company, 1890, P.225
2. Same as above, P 239

۳۔ ڈاکٹر سلیم اختر، تنقیدی اصطلاحات، توضیحی لغت، لاہور، سنگ میل پبلشرز، ۲۰۱۱ء، ص ۱۷۳۔

۴۔ ڈاکٹر ہارون ایوب، (مرتب)، شعور کی رو اور قرۃ العین حیدر، لکھنو، اُردو پبلشرز، ۱۹۷۸ء، ص ۹

5. Peter Childs, Roger Flower, The Routledge dictionary of literary Terms, New York, Routledge Taylor and Francis group(3rd edition), 2006, P 224
6. Robert Humphrey, Stream of consciousness in modern novel, London, University of California press, 1962, P 11
7. Chris Baldick, The concise oxford dictionary of literary terms, oxford university press, 2001, p255
8. Dictionary of literary and Rhetorical terms, (P38)
9. Chris Baldick, The concise oxford dictionary of literary terms, oxford university press, 2001, P160, 161
10. Same as above P 244

۱۱۔ لندن کی ایک رات، سجاد ظہیر، کراچی، دانیال پبلشرز، ۱۹۳۸ء، ص ۳۶-۳۷۔

۱۲۔ لندن کی ایک رات، سجاد ظہیر، ص ۹۹، ۱۰۰۔